سنی اور غیر سنی میں اختلاف ہے۔ اہل حدیث اور اہل الرائے میں نزاع ہے۔ انگریزی مدارس کے طلبہ اور علماء میں جنگ ہے۔ غرض مذہبی اور قومی اختلافات کا ایک سلسلہ ہے جس کی نظیر کسی دوسرے ملک میں نہیں مل سکتی "

یہ ہیں وہ الفاظ جو شیخ ابراہیم الجبالی رئیس " بعثۃ ازہریہ " نے مسلمانان ہند کے شرمناک تفرق کا ذکر کرتے ہوئے دنیا کے سامنے پیش کئے ہیں۔

لیکن اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے پہلوؤں میں دل، دلوں میں احساس وغیر تمندی کا کوئی شمہ باقی رہ گیا ہے یا غلامی کی مسموم ہواؤں نے ہمارے حواس بالکل ہی مختل، اور دماغ یکسر معطل کر دیئے ہیں؟ اگر ہم نہ صرف اپنی قومی وحدت ویگانگت، تہذیب وتمدن، اخلاق ومعاشرت کی بربادی، افلاس ومحتاجی جہالت ونادانی، الحاد وبے دینی ہی کی فراوانی پر، بلکہ قرآن کی بے حرمتی اسلام کی رسوائی، مذہب کی تباہی پر بھی اپنے دل کی گہرائیوں میں درد وکرب کی کوئی ٹیس، اضطراب وبے چینی کی کوئی چبھن محسوس کرتے ہیں تو پھر ہمیں کم از کم ایک ہی لمحہ کیلئے، شیخ ابراہیم کے مذکورہ بالا بیان پر غور کرنا چاہئے۔ اور اپنی پیشانی سے اس شرمناک داغ کو جلد سے جلد مٹانے اور اس افسوسناک " جگ ہنسائی " سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے وہ طرز عمل اختیار کرنا چاہئے جس سے ہم بھی دنیا کی نگاہوں میں معزز ومحترم بن سکیں۔ اور اپنے دین ومذہب ملک وقوم کو بھی سربلند وسرفراز بنا سکیں۔

اب قدرتاً یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ آخر وہ کونسا طرز عمل ہے جس کے اختیار کرنے کے بعد ہم حرمان وبدنصیبی کی اس بدترین زندگی کو ختم کرنے، اور لیلائے عزو وقار سے ہمکنار ہونے میں کامیاب ہو سکتے ہیں؟ میں لفظوں میں قارئین " محدث " کے سامنے اس حقیقت کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کسی کی تقلید میں نہیں، بلکہ اپنے ناقص علم وتجربے کی بنا پر میرا یہ ایمان، اور کامل ایمان ہے، یقین اور لازوال یقین ہے کہ مسلمانان ہند کی تمام ذلتوں اور رسوائیوں بدبختیوں اور بدنصیبیوں کا سرچشمہ ان کی غلامی اور صرف غلامی ہے۔ اب ان کی فلاح ونجاح، شادمانی وکامرانی کی راہ، بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ وہ جنگ آزادی کی دہکتی ہوئی آگ میں بھڑکتے ہوئے شعلوں میں دہکتے ہوئے انگاروں میں، جرأت وہمت کے ساتھ مردانہ وار کود پڑیں۔ اور اکثریت سے اقلیت کے حقوق کی حفاظت کا زبانی اور کاغذی وعدہ حاصل کرنے کے بجائے، اپنی پیہم کوششوں، بے نظیر قربانیوں، اور بے پناہ طاقتوں کے ذریعہ اکثریت کو اپنے حقوق کی حفاظت پر عملاً مجبور کر دیں کہ دنیا ہمیشہ طاقت کے سامنے جھکتی ہے ع ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند۔

نہایت حسرتناک تعجب تو یہ ہے کہ مسلمان جس سرزمین میں مدتوں تخت وتاج کے مالک رہ چکے ہیں، آج اسی جگہ کی غلامی پر نہ صرف مطمئن ہیں بلکہ " غیروں " کے اشارے پر اپنے ہی بھائیوں کا گلا اپنے ہی ہاتھوں سے کاٹکر، اپنی

دولت وثروت کو اپنی عیاشیوں اور یورپ کی فیشن پرستیوں میں برباد کرکے اپنی .... غلامی کی زنجیروں کو اور بھی زیادہ مضبوط کرتے جارہے ہیں لیکن اس کے برخلاف برادران وطن آزادی کے میدان میں نہایت تیزگامی کے ساتھ آگے بڑھتے جارہے ہیں۔ ان کا ہر فرد اصلاح پذیر ہوکر اسی روش پر جارہا ہے جو اُن کے لئے مفید ہے۔ ان کے اہل دماغ اور ارباب حل وعقد اپنی قومی ترقی وبہبودی کے لئے جو کچھ کررہے ہیں اس کا تو ذکر ہی کیا؟ جبکہ ان کی عورتیں بھی اپنی قومیت کی تعمیر میں مصروف ہیں۔ چنانچہ خبر آئی ہے کہ "کلکتہ یونیورسٹی کے سابق چانسلر کی بیوہ شریمتی نگیندر نندنی نے کلکتہ یونیورسٹی کو ۲۵ ہزار روپیہ کی ایک جائداد دے دی ہے تاکہ ان کے مرحوم شوہر کی یادگار میں ایک لیکچر شپ قائم کی جاسکے"

یہ ہیں زندہ قوموں کے کارنامے اور ان کی زندگی کے آثار۔ کیا مسلمان اس پر نگاہ عبرت ڈالکر اپنی اصلاح حال کی طرف متوجہ ہونگے؟ مسلمانو! سہ

اٹھو ورگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی + دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

مسلم سے خطاب

تغافل کیش اٹھ بہر خدا اٹھ
بہت کچھ سوچکا مسلم ذرا اٹھ

صدائے ماسعیٰ سنکر بھی کیسے
پڑا ہے خواب غفلت میں فرا اٹھ

اصول دین کا پابند ہوجا
فروعیات کے جھگڑے مٹا اٹھ

ہوا کمزور فرقہ بندیوں سے
بنالے متحد ہوکر ہوا اٹھ

غلامی کی حرارت میں تپا ہے
خدارا حریت کی لے ہوا اٹھ

مٹاکر تفرقے دین متیں کے
مناظر دور نبوی کے دکھا اٹھ

وہی دل اور وہی پہلی اُمنگیں
وہی ایمان پھر کیا ہوگیا اٹھ

زر وعلم وہنر کی کر نہ پروا
تو اخلاق حمیدہ میں ڈھلا اٹھ

صداقت کا علم لیکر نکل جا
مٹانے کذب کو اے باخدا اُٹھ

جو تجھ پر ہنس رہی ہیں مردہ قومیں
لگاکر ٹھوکریں ان کو جلا اُٹھ

پھر اگلی صولت وسطوت دکھادے
نکل میداں میں اے مرد خدا اُٹھ

کریگا بال بیکا پھر نہ کوئی
محافظ خود خدا ہوگا ترا اُٹھ

کمر کس تسمہ ہمت سے مسلم
یہی ہے مدعا مشتاق کا اُٹھ

(بی محمد عبداللہ حیدہ مشتاق بنگلورسٹی)